مولانا ظفر احمد صاحب کے فتوے پر تبصرہ

شرکت کانگریس جائز ہے۔ کانگریسی جھنڈا نشان آزادی ہے

پاکستان کو دارالہجرت نہیں قرار دیا جا سکتا

مسلم لیگ میں شرکت بے دینی کی تقویت ہے۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں　　کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

بعض احباب نے مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کے تازہ بیان کی طرف توجہ دلائی۔ جو کہ اخبار خلافت مورخہ ۶ اکتوبر ۴۵ء میں بہ عنوان "کفار و مشرکین کے جھنڈے کے نیچے کسی تحریک میں شریک ہونا حرام ہے"

"مسلم لیگ کے مقابلہ میں کانگریس کو تقویت دینا اور لیگ کو کمزور کرنا جائز نہیں"

"مولانا حافظ قاری ظفر احمد تھانوی خلیفہ حکیم الامۃ تھانوی کا مدلل بیان"

شائع ہوا ہے۔ مولانا موصوف اس بیان میں ارشاد فرماتے ہیں "اس بات میں کچھ مضائقہ نہیں کہ مسلمان کچھ مشرکین کے خلاف دوسرے مشرکین سے مدد لیں بشرطیکہ حکم الاسلام ان مددگار مشرکین پر غالب ہو" پھر فرماتے ہیں "سہارنپور کے خطبہ صدارت حضرت مولانا حسین احمد صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہمارا کانگریس سے تعلق استعانت و امداد نہیں بلکہ محض اشتراک عمل ہے اسکے متعلق عرض ہے کہ مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ جہاد آزادی میں اشتراک عمل بھی اس شرط سے جائز ہے کہ حکم اہل شرک غالب نہ ہو۔ مسلمان مشرکین کے جھنڈے

تلے نہ ہوں بلکہ مشرکین اسلامی جھنڈے کے نیچے ہوں۔ چنانچہ ص۲۴۱ ج ۳ شرح السیر میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے" —— اسکے بعد مولانا نے عبارت سیر کبیر کا ترجمہ ذکر فرمایا ہے۔ اصل عبارتِ عربی اخبار خلافت نے نقل نہیں کی بلکہ ترجمہ پر اکتفا کیا۔ "عصر جدید" میں عربی عبارت بھی لکھدی گئی ہے) مولانا کے دعوے اور دلیل کو دیکھ کر میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مولانا جیسا متبحر اور منصف مزاج عالم ایسی فاش غلطی کرے تعجب خیز نہیں تو کیا ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مولانا لوگوں کو قصداً دھوکہ دے رہے ہیں مگر یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ مولانا خود غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اگر مولانا اسی کتاب اور اسی باب کی اگلی عبارتوں پر نظر ڈالتے اور ان سے چشم پوشی نہ فرماتے تو اس عظیم الشان غلطی میں نہ پڑتے۔ شرح سیر کبیر للامام السرخسی رحمۃ اللہ باب قتال اہل الاسلام اہل الشرک مع اہل الشرک ص۲۴۱ ج ۳ میں ہے۔

وَلَوْ قَالَ اھل الحرب لاسراءٍ فیھم قَاتِلُوْا مَعَنَا عَدُوًّا مِنَ المشرکین وھم المشرکون وَھُمْ لَا یَخَافُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اِنْ لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَیْسَ یَنْبَغِیْ اَنْ یُقَاتِلُوْھم مَعَھُمْ لِاَنَّ فِیْ ھٰذَا القِتَالِ اِظْھَارُ الشِّرْکِ وَالْمُقَاتِلُ یُخَاطِرُ بِنَفْسِہٖ فَلَا رُخْصَۃَ فِیْ ذٰلِکَ اِلَّا عَلٰی قَصْدِ اِعْزَازِ الدِّیْنِ اَوِالدَّفْعِ عَنْ نَفْسِہٖ" (ترجمہ) اگر حربیوں (کافروں) نے (مسلمان) اسیروں سے جو کہ ان کے یہاں موجود ہیں یہ کہا کہ ہمارے ساتھ ہو کر ہمارے دشمن مشرکوں سے لڑو اور قتال کرو اور حربی مشرک ہوں اور وہ (مسلمان اسرا) اگر ایسا نہ کریں تو اپنے اوپر کچھ خوف نہ کھاتے ہوں تو ان کو نہ چاہئے کہ ان مشرکین کے ساتھ ہو کر جنگ کریں کیونکہ اس قتال میں شرک کا ظاہر اور غالب کرنا ہے اور جنگ و قتال کرنیوالا اپنے آپ کو خطروں میں ڈالتا ہے اس لئے اسکو اس کی رخصت اور

اجازت نہ ہوگی۔ مگر یا تو دین کو غالب کرنے کے لئے یا اپنے سے مدافعت کرنے کیلئے۔

یہ عبارت واضح طور پر بتلا رہی ہے کہ مشرکین سے قتال کا جواز دوسرے مشرکوں کے ساتھ ہوکر صرف اعزاز دین ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ مدافعت عن النفس کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ غلبہ مشرکین کا ہی کیوں نہ ہو۔ اسیر کی اسارت تو غلبہ ہی کی وجہ سے ہوگی۔ آگے چلکر فرماتے ہیں۔

"فاذا کانوا یخافون اولئك المشرکین الاخرین علی انفسھم فلا باس بان یقاتلوھم لانھم یدفعون الآن شر القتل عن انفسھم فانھم یامنون الذین فی ایدیھم علی انفسھم ولا یامنون الاخرین ان وقعوا فی ایدیھم فحل لھم ان یقاتلوا دفعا عن انفسھم"

"یعنی اگر (مسلمان اسراء) ان دوسرے مشرکوں سے اپنے اوپر خائف ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ان دوسرے مشرکین سے (اسیر کرنیوالے مشرکین کے ساتھ ہو کر) جنگ کریں کیونکہ ایسی صورت میں یہ مسلمان اسراء اپنے سے قتل کے شر کو دفع کریں گے اسلئے کہ ان مسلمانوں کو ان کفار سے جن کے قبضہ میں ہیں امن ہے اور ان دوسرے مشرکین سے (جن سے قتال ہوگا) امن اس صورت میں نہیں ہے جبکہ وہ انکے ہاتھوں میں پڑ جائیں گے تو انکو حلال ہے کہ اُنکے ساتھ جنگ کریں اپنی جانوں کی مدافعت کیلئے۔"

اس مسئلہ میں بھی باوجود غلبہ مشرکین متوقع ضرر سے بچنے کیلئے اجازت دی گئی کہ اسیر کرنیوالے مشرکین کے ساتھ ہو کر دوسرے مشرکین سے قتال کیا جائے اسکے بعد فرماتے ہیں وان قالوا لھم قاتلوا معنا عدونا من المشرکین والا قتلناکم فلا بأس بان یقاتلوا دفعا لھم لانھم یدفعون الآن شر القتل عن انفسھم وقتل اولئك المشرکین لھم حلال ولا بأس

بلاقدام علی ما هو حلال عند تحقق الضرورۃ بسبب الاکراہ وربما یجب ذالک فی تناول المیتۃ وشرب الخمر" (ترجمہ) اور اگر یہ مشرکین (جن کے قبضہ میں یہ مسلمان اسیر ہیں) کہیں کہ تم ہمارے دشمن مشرکوں سے قتال کرو ورنہ ہم تم کو قتل کر دینگے تو حرج نہیں کہ یہ مسلمان ان دوسرے مشرکوں سے قتال کریں کیوں کہ ایسی صورت میں وہ اپنی جانوں سے قتل کے شر کو دفع کرینگے اور ان دوسرے مشرکین کا قتل کرنا ان کیلئے حلال ہے اور اکراہ پائے جانے کے وقت میں ایسی چیز پر پیش قدمی کرنے میں کوئی نہیں ہے جو کہ ضرورت کے وقت حلال ہو جاتی ہو بلکہ بسا اوقات ایسی چیزوں کو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ جیسے مردار کو کھانا اور شراب کو پینا۔ اس مسئلہ میں بھی متوقع ضرر سے بچنے کیلئے باوجود غلبہ مشرکین قتال مع المشرکین کی دوسرے مشرکوں کے ساتھ ہو کر اجازت دی گئی پھر فرماتے ہیں:۔" وان کانوا فی ضرو بلاء یخافون علی انفسہم الھلاک فلا بأس بان یقاتلوا معھم المشرکین اذا قالو نخرجکم من ذالک لان لھم فی ھذا القتال غرضا صحیحا وھو دفع البلاء والضر الذی نزل بھم" ترجمہ۔ اور اگر مسلمان اسیر ایسی تنگی اور بلاء میں مبتلا ہوں کہ اس کی وجہ سے ہلاکت کا خوف ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کہ مشرکین کے ساتھ ہو کر دوسرے مشرکین سے قتال کریں جبکہ وہ ساتھ ہونیوالے مشرکین وعدہ کرتے ہوں کہ ہم تم کو اس بلا سے نکالدینگے۔ کیونکہ اس قتال میں ان مسلمانوں کی صحیح غرض ہے اور وہ اس بلا اور تنگی کا اپنے اوپر سے دفع کرنا ہے جو کہ ان کے اوپر نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی باوجود غلبہ کفار متوقع نفع کیلئے مشرکین سے قتال کرنا دوسرے مشرکوں کے ساتھ ہو کر حلال قرار دیا گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ان تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکوں کے ساتھ ہو کر دوسرے مشرکوں اور کفار سے قتال کرنا فقط اسی صورت میں حلال نہیں ہے جبکہ غلبۂ اسلام ہو بلکہ اس صورت میں بھی حلال ہے جبکہ کسی ضرر کے دفع کرنے کیلئے قتال کیا جائے۔ اگرچہ ضرر بالفعل موجود نہ ہو بلکہ متوقع ہو اور اگرچہ غلبہ کفر و شرک بالفعل موجود ہو اور آئندہ بھی رہتا ہو۔ کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ مولانائے موصوف نے ان تمام نصوص کو پس پشت ڈالدیا کیا مولانا کو یہ معلوم نہیں ہے کہ برطانوی شہنشاہیت کی وجہ سے تمام ہندوستان بالخصوص مسلمان دو سو برس سے طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا نہیں اور صرف ہندوستانی مسلمان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند کے مسلمان بھی افغانستان ایران، عراق، شام، عرب، فلسطین، مصر، سوڈان وغیرہ کے بھی اس ہندوستان کی غلامی کی وجہ سے انتہائی مصائب بلاہیں مبتلا ہیں۔ یہ بلایا متوقعہ نہیں بلکہ متحققہ ہیں اور برابر جاری اور دائم ہیں۔ کانگریس کے ساتھ ہو کر انھیں کے زائل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ مصیبتیں صرف دنیاوی ہی نہیں ہیں بلکہ دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی ہیں۔ شخصی ہی نہیں بلکہ اجتماعی بھی ہیں۔ لاکھوں مسلمان آج تک موت کے گھاٹ برطانیہ نے اتار دیئے، پانی کی طرح ان کا خون بہایا۔ خزانے لوٹے گئے خانماں برباد کئے گئے۔ دیار اسلامیہ دیار حرب بنائے گئے۔ شعائر اسلامیہ مٹائے گئے سابق میں کیا کیا نہیں ہوا، اور اب کیا کیا نہیں کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کو ہی فوجوں میں بھرتی کیا گیا، اور ان کو مسلمانان بیرون ہند اور مقامات مقدسہ اور ممالک عربیہ وغیرہ پر مسلمانوں کے قتل و غارت پر اور برباد کرنے کیلئے بھیجا گیا۔ جدہ، مکہ، طائف، مدینہ منورہ کے واقعات جنگ عظیم اول اور واقعات

جنگ دوم سے دریافت کیجئے !!

کانگریس کی فتح یابی پر نہ صرف متوقعہ مضرات کے دفع ہونیکی صورتیں ہیں بلکہ موجودہ مصائب متنوعہ غیر متناہیہ کا دفع ہو جانا بھی یقینی ہے برطانوی شہنشاہیت کی جہنم باوجود ہر طرح کی لوٹ کھسوٹ اور زیادہ طلبی کے ہر لحظہ ھَلْ مِنْ مَزِیْد کی ندا بلند کر رہی ہے اور دوسو برس سے کرتی رہی ہے ہندوستان جنت نشان کو اس نے جہنم نشان بنا دیا ہے کروڑوں آدمیوں کو اس نے اپنے استقرار کے وقت سے لگاتار بھوک اور قحط کے نذر کر دیا ہے جوکہ قدرتی طور پر نہیں بلکہ اُسکے ہاتھوں ہوتے چنگل کے شکار ہو گئے خود انگریز اس کا اقرار کر رہے ہیں۔ سرکاری کاغذات اسکی گواہی دے رہے ہیں۔

کانگریس کے فتحیاب ہونے پر اگر کسی مصیبت کا مسلمانوں کے لئے سامنا ہوگا تو وہ مظنون ہے جس کا دفعہ کرنیکے لئے شرکاء کانگریس کمربستہ ہیں اور کانگریس سے باہر بھی آزادی خواہ مسلمان اور جمعیۃ علماء ہند ہر قسم کی جدوجہد کر رہے ہیں اور یہ مصائب زمانہ ماضی اور حال کے موجودہ ہیں اور برطانوی شہنشاہیت کے بقاء پر آئندہ کیلئے یقینی ہیں۔ کانگریس کی فتحیابی پر اگر مسلمانوں کیلئے مصائب کا سامنا بھی ہوگا تو برطانیہ کے ڈالے ہوئے متواتر مصائب اور عظیم الشان بلایا کے بالمقابل انکی حیثیت اگر ایسی نہ ہوگی جو ذرہ کو پہاڑ سے ہوتی ہے تو کم از کم اَھْوَنُ الْبَلِیَّتَین ضرور ہوگی (یعنی دو مصیبتوں میں سے کم درجہ کی مصیبت) غور کرنا اور انصاف کو کام میں لانا ضروری ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی شرکت پر کانگریس وہ امور نہیں کر سکتی جن کا خطرہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

شیعوں کو مثل خوارج قرار دیتے ہیں۔ مولانا اپنے اسلاف کے طریقہ سے بھی اور انصاف سے بھی دور جا پڑے ہیں۔ غور فرمائیں اور شیعہ عقائد و اصول

کی تحقیق کریں اور تاریخ اسلامی کو دیکھیں۔

پاکستان کو اسلامی سلطنت قرار دینا مولانا کے بھولے پن کی صریح دلیل ہے۔

(الف) بھلا وہ جماعت جس کو صورۃً و سیرۃً اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو عمل اور قول اس کی تکذیب کریں وہ اسلامی حکومت قائم کرے گی۔

(ب) خود قائد اعظم اپنے بیانات میں نوابزادہ لیاقت علی خاں اپنے لکچروں میں جو کچھ فرما چکے ہیں شاید مولانا کو ان کی اطلاع نہیں ہے۔ ذرا تفتیش فرمائیے دھوکہ میں پڑ یئے۔ چنانچہ قائد اعظم کا بیان احمد آباد جو انجام مورخہ ۲۷ اگست ۴۵ء میں شائع ہوا ہے مندرجہ ذیل الفاظ سے۔

"پاکستان کی حکومت جمہوری ہوگی اور سارا نظم ونسق عوام کے نمائندوں کے ہاتھوں میں ہوگا" اس پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے جنرل سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نوابزادہ لیاقت علیخاں علیگڈھ میں تقریر فرماتے ہوئے کہتے ہیں "ہم سے سوال کیا جاتا ہے کہ پاکستان کا دستور اساسی کیا ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ ایک جمہور اسٹیٹ ہوگا اور اسکے دستور اساسی کی تشکیل اُن علاقوں کے باشندگان بتوسط ایک منتخب کردہ مجلس دستور اساسی خود ہی مرتب کرینگے۔ ہر چیز اظہر من الشمس ہے۔" (روزنامہ عصر جدید کلکتہ ۲۶ ستمبر ۴۵ء)

(ج) کیا وہ دستور و قانون جس کو زیادہ سے زیادہ ساٹھ یا باسٹھ فیصدی مسلمان اور چالیس یا اڑتالیس فیصدی غیر مسلم بنائیں گے انکو چلانا اور جاری کرنا اسلامی حکومت کہا جائیگا؟ کیا اسی کو اسلامی حکومت کہا جاتا ہے؟ کیا اسلامی اصول و نظام یہی ہے؟ مولانا موصوف کا پاکستان کو مثل ھجرۃ الی المدینۃ عجیب و غریب فلسفہ ہے مدینہ منورہ میں خالص قرآنی اور محمدی حکومت تھی یا وہاں کے کفار و مسلمین نے ملکر کوئی دستور اور قانون بنایا تھا؟ وہاں انسان کے بنائے ہوئے قانون پر انتظام ہوتا تھا یا

وحی خداوندی پر مدار تھا؟ وہاں لوگ مکہ کو، وار دیار کو، مقابر و مساجد وغیرہ کو چھوڑ چھوڑ کر جا بسے تھے۔ کیا آپ کا یہی فتویٰ اور حکم ہے کہ یو۔پی، بہار، اڑلیسہ، آسام، مدراس، بمبئی، مالوہ اور راجپوتانہ کے مسلمان مکانوں، زمینداریوں، مساجد و مقابر وغیرہ کو چھوڑ چھوڑ کر آپ کے پاکستان میں جا بسیں؟۔ آپ فرماتے ہیں جبکہ مکہ میں اسلامی حکومت اور نظام اسلامی قائم نہ ہو سکا تو مدینہ منورہ کو مرکز بنایا گیا پھر بھی اس مرکز سے جسقدر اسلام کو ترقی ہوئی دنیا پر ظاہر اور روشن ہے۔ اسی طرح کیا عجب ہے کہ پاکستان سے بھی اسلام کو ترقی حاصل ہو۔ پاکستان غلبہ امت کا ذریعہ اور غلبہ اسلام کا زینہ ہے۔ مگر قائد اعظم فرماتے ہیں! "اور جبتک دونوں ٹکڑے آپس میں امن سے نہ رہیں تب تک برطانوی حکومت کا فوجی اور خارجی کنٹرول ضروری ہے۔ اس صورت میں مصر کی طرح کم از کم ہم اندرونی طور پر تو آزاد ہونگے۔ آج بھی اصولاً پانچ صوبوں میں پاکستانی حکومتیں مسلم لیگ کے ماتحت قائم ہیں اور ہندو وزیران میں کام کر رہے ہیں۔

(مدینہ بجنور۔ مورخہ ۵ مارچ ۴۲ء)

برطانیہ کے نزدیک ایسے اطمینان و امن کا ہونا اور قائم رہنا جس کو وہ تسلیم کرتی ہو، کس طرح ہوگا؟ کب ہوگا؟ ہوگا یا نہ ہوگا؟ اہل تجربہ بخوبی جانتے ہیں، قدیمی تجربات بتلا رہے ہیں کہ ایسا امن و امان برطانیہ کے نزدیک قیامت تک نہ ہوگا پھر کیا زیر سایہ برطانیہ اسلام کی ترقی ممکن ہے؟ کیا مشاہدات اس پر دلالت کرتے ہیں کیا متوقع نہیں ہے کہ اور زیادہ کفر، الحاد، بیدینی اور لامذہبیت اطراف و اکناف میں پھیل جائے؟ اور اگر بالفرض یہ بھی ممکن ہو تو کیا قائدین لیگ "جن کے عقائد، اخلاق، اعمال ہیں اور جنکا پورا قبضہ لیگ پر ہے۔ اور جو کہ دین اور حاملان دین کے برادران وطن سے بھی زیادہ دشمن ہیں اسلام کو ترقی دینے دینگے؟ اور ترقی تو درکنار موجودہ حالت کو بھی باقی رہنے دینگے۔ یہ چیز تو ایسی ہی ہے کہ بلی سے دودھ کی رکھوالی کرائیے۔ مولانا

آنکھیں کھولئے چشم عبرت سے واقعات عالم پر نظر ڈالئے۔

آپ کانگریسی جھنڈے کو مشرکانہ فرمارہے ہیں مگر آپ نے اس پر غور نہیں کیا کہ یہ جھنڈا ہندوں کا مذہبی یا سیاسی جھنڈا نہیں ہے۔ مذہبی جھنڈا ان کا اور ہے اور ہندو مہاسبھا کا سیاسی جھنڈا اور ہے۔ اسکا رنگ اور اسکی قطع دونوں اور ہیں۔ یہ جھنڈا برطانیہ سے جنگ کرنیوالے ہندوستانیوں نے اپنی ایک جماعت کیلئے اور آئندہ آزاد ہندوستان کیلئے بنایا ہے اور وہ بھی ابتداء کانگریس سے نہیں بلکہ خلافت کی تحریک میں جبکہ مسلمانوں کا تحریک میں بہت بڑا رسوخ اور اقتدار تھا بنایا گیا۔ اور سبز رنگ اس میں مسلمانوں ہی کی بنا پر رکھا گیا تھا۔ اسکو فقط ہندو اکثریت کی بنا پر مشرکانہ جھنڈا اگر قرار دیا جائیگا تو آج ہندوستان کی ہر چیز اس بناء پر مشرکانہ ہو جائیگی۔ بلکہ اٹھنا بیٹھنا، رہنا سہنا وغیرہ سب ہی مشرکانہ ہونگے۔

آپ فرماتے ہیں اسی طرح مسلم لیگ کے مقابلہ میں کانگریس کو قوت دینا اور مسلم لیگ کو کمزور کرنا بھی کسی طرح جائز نہیں۔ یہ بھی مولانا کی ناواقفیت یا بالقصد چشم پوشی ہے مسلم لیگ کی موجودہ حالت سے جو بیدینی پھیل رہی ہے اور جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے وہ کانگریس کو در کنار ہندوستان کے تمام ہندوؤں سے نہیں پہنچ رہا ہے۔ لوگ ان ہندوؤں کو کھلے طور پر کافر ہیں غیر مسلم جانتے ہوئے انکے دین و اطوار اعمال و افعال کی مغائرت اور مخالفت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس نام نہاد مدعی اسلام جماعت سے (جسکے تمام شعبہائے زندگی ہی بیگانہ نہیں ہیں بلکہ وہ مجامع خاصہ اور عامہ میں اسلام اور حاملین اسلام پر پھبتیاں اڑاتے اور تمسخر بھی کرتے رہے ہیں اور مسلمان ہونے کا دعویٰ صرف قومیت کی بنا پر ہے) عام مسلمانوں اور بالخصوص نوجوانوں اور جاہلوں پر نہایت مہلک اور ضرر رساں اثر پڑتا ہے اور وہ ان کی حرکات و سکنات کو اسلامی ہی سمجھنے لگتے ہیں اور پھر تقلید کرنے لگتے ہیں۔ مولانا کو اپنے اسلاف

کے وہ فتاوی جو نیچریوں کے متعلق لکھے گئے ہیں دیکھنے چاہئیں خصوصاً نصرۃ الابرار کو دیکھئے

مولانا نے کانگریس کے اشتراک عمل اور نوٹی فائیڈ ایریا یا میونسپل بورڈوں ڈسٹرکٹ بورڈوں

کونسلوں، اسمبلیوں کے اشتراک عمل کے تفرقہ بتلانے میں عجیب و غریب فلسفہ کا اظہار فرمایا

ہے۔ میری سمجھ میں ابتک یہ نہیں آیا کہ آیا مولانا دوسروں کی آنکھوں میں دھول ڈال رہے ہیں یا فی

الواقع واقعیت اور اصلیت سے بالکل ناواقف ہیں۔ کیا مولانا کو یہ معلوم نہیں کہ یہ جملہ ادارے

اپنے متعلقہ حلقوں کی اصلاح اور بہبودی کیلئے بنائے گئے ہیں تاکہ نمائندگان ساکنین حلقہ مجتمع

ہوکر اپنے اپنے حلقوں کی ضروریات کو دیکھیں اور غور و خوض، بحث و مباحثہ کے بعد مفید اور مصلح

امور کے حاصل کرنے اور مضرات کو دور کرنے کے وسائل و ذرائع اختیار کریں اور قوۃ حاکمہ کے

سپرد کردہ شدہ اختیارات کے ماتحت عملی کارروائیاں عمل میں لائیں۔ اور غیر سپرد شدہ امور میں حکومت سے

درخواست کریں۔ ان میں داخل ہونا محض اختیاری ہے کسی پر کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے۔ جسکا جی چاہے

اپنا الکشن کرا کر داخل ہو جائے۔ تحتانی اداروں میں کوئی تنخواہ بھی نہیں ہے۔ مگر ان سب اداروں

میں داخل ہونا باوجود غیر مسلم عنصر کی اکثریت اور افسر کی غیر مسلمیت کے جائز بلکہ واجب

شمار کیا جاتا ہے اور کانگریس کی شرکت پر حرام ہونے کا فتویٰ ہے۔

مولانا موصوف کا سادہ پن تو ملاحظہ فرمائیے کہ غلامیت پر برطانیہ جیسی ملعون چیز کے

متعلق روٹیوں کے چند ٹکڑوں کو حاصل کرنے کے لئے بھوکے مرنیکی بناء پر جواز اور حلت کا فتویٰ

دے رہے ہیں۔ حالانکہ ان اداروں کی ممبریت نہ روٹیوں کے ٹکڑے دلواتی ہے اور نہ ان میں

نہ جانیوالا بھوکوں مرتا ہے بلکہ اسکے برعکس ہزاروں بلکہ لاکھوں خرچ کرکے اپنے نام و

نمود اور خیالی عزت و اقتدار کے واسطے ووٹروں کے سامنے ذلیل ہو کر جاتے ہیں اور غیر مسلم

ممبروں کے ساتھ ان مجامع میں اشتراک عمل کرتے ہوئے برطانوی شہنشاہیت کی غلامی کی داد

دیتے ہیں اور کانگریسی اس آزادی طلب جماعت میں اشتراک عمل کرکے حکومت متسلطہ کے

غیر منصفانہ احکام و اعمال پر تنقید کرتا ہوا آزادی وطن جیسی مبارک و مسعود چیز کیلئے کوشاں ہوتا ہے (جس پر تمام یا اکثر مصائب دینیہ و دنیاویہ کے زوال کا توقف ہے اور جس سے انتقام مظالم سابقہ و لاحقہ وابستہ ہے اور جو کہ اعدا، وطن و مذہب اسلام کی نظروں میں ہر آن میں کانٹے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے) اس کو فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے اور دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتی۔ مولانا کو غالبًا قیاس کی ابحاث سے ذہول ہو گیا ہے۔ مولانا! بحث اسی میں ہے کہ آیا غیر مسلموں سے مسلمانوں کو کسی مقصد صحیح اور مباح کی بنا پر اشتراک عمل جائز ہے یا بہر حال ممنوع ہے۔ جبکہ آپ اسکو باوجود غلبہ کفر و شرک روٹی کے چند ٹکڑوں کیلئے جائز بتلا رہے ہیں حالانکہ یہ غیر واقعی ہے۔ کیونکہ ان میں سے بہت سے اداروں میں تنخواہ نہیں ہے اور صرف اضطراب کو وجہ جواز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی غیر واقعی ہے۔ جو لوگ اس میں نہیں جاتے اور عمومًا باشندگان ہند وہی لوگ اور دیگر غربا ہیں بھوکے نہیں مر رہے ہیں تو آزادی وطن جس سے ٹکڑوں ہی کے حاصل ہو جانے کی توقع نہیں ہے بلکہ بیشمار مذہبی، ملکی، تجارتی، زراعتی، صنعتی مالی بھلائیوں وغیرہ کی بھی توقع قوی ہے اور پھر غلامیت کی بنا پر موہوم یا مظنون اضطرار و اکراہ موجود نہیں بلکہ دونوں متحقق ہیں۔ کیا گزشتہ سال کا قحط بنگال و دکن اور اسکے مصائب اسی کا ثمرہ نہیں تھا۔ کیا بات بات پر شہنشاہیت کے مصالح کے لئے جبر و اکراہ نہیں کیا جاتا کیا ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ اور آرڈیننسوں وغیرہ کا اجرا اسی غلامی کی پیداوار نہیں ہیں کیا دو سو سال کی مصیبتیں ہندوستان کیلئے فراموش کر دینی جائز ہیں؟ کیا ایسے اعدار کیلئے اسلام یہی حکم کرتا ہے جو آپ فرما رہے ہیں؟ کیا الحب فی اللہ والبغض فی اللہ من الایمان کا وہی مطلب ہے جو آپ لکھ رہے ہیں؟ مولانا ایک دن آپ کو اور ہمکو خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ یَوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کو یاد کیجئے اور اس طرح مسلمانوں کو گمراہی میں مبتلا نہ

کیجئے۔ آج الیکشن کے لئے آپ کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ مگر اس سے پہلے آپ کی جماعت اہل علم و تدین کیلئے کیا کیا نہیں کہا گیا ہے اور الکشن کے بعد کیا کیا کہنے اور کرنیکے ارمان موجود نہیں ہیں۔ دیدۂ عبرت کھولئے۔

آپ کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کیلئے پھر وہی شرح "سیر کبیر" کی عبارت دہراتے ہوئے فرق ثابت کرنے کیلئے کوشش فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل جہاد آزادی میں اشتراک عمل ہے جس پر مذہبی حیثیت سے ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت و حیات کا مدار ہے۔ اسکے ان شرائط کا لحاظ ضروری ہے جو شرح سیر کبیر کے حوالہ سے اوپر نقل کئے گئے ہیں"

مولانا آپ نے نقل میں قصداً یا بلا قصد کوتاہی فرمائی ہے اور فقط غلبۂ اسلام کو معیار جواز اشتراک قرار دے رہے ہیں حالانکہ دفع ضرر خواہ متوقع ہو یا متحقق یہی اسکے لئے معیار ہے جو کہ کانگریس کے اشتراک عمل میں بداہتہً موجود ہے اور حالانکہ آپ خود بجسلیچر اور ملکی اداروں میں موہوم یا متوقع منافع کیلئے اور اضطرار کی بنا پر اشتراک عمل کی اجازت دیتے ہیں۔ قتال کی خصوصیت کو اس میں دخل نہیں ہے اور اگر بالفرض قتال ہی کی خصوصیت آپ اس امر میں معتبر فرمائیں تو بھی سیر کبیر میں اعزاز دین اور دفع ضرر عن النفس کیلئے قتال کو مباح قرار دیا گیا ہے بلکہ بعض صورتوں میں تو واجب بھی کہا گیا ہے۔ مولانا غالباً آپ نے اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل میں قتال بالسیف والاسلحہ (جو کہ بہت زیادہ خطرات کا موجب ہے اور جنکی بنا و سلم نفس کی حفاظت پر قوی اثر پڑتا ہے) نہیں ہے۔ عدم تشدد کانگریس کی پالیسی ہے، سیر کبیر تو قتال بالسیف میں بھی دفع ضرر کیلئے اجازت دیتی ہے۔ آپ کیوں نہیں ان نصوص کو ملاحظہ فرماتے۔

آپکا یہ ارشاد کہ" اس کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا جو کانگریس کی ڈھائی سالہ وزارت میں دنیا دیکھ چکی ہے کہ ودیا مندر سکیم اور واردھا اسکیم اور دیہات سدھار اسکیم جیسی اسکیمیں رائج کر دی

جائینگی اور جن دیہات میں دو چار گھر مسلمانوں کے ہونگے انکو ہندو بننے پر مجبور کیا جائیگا۔ گاؤں سے نکل جانیکا الٹی میٹم دیدیا جائیگا یہ واقعات ہیں جو کانگریس کی ڈھائی سالہ حکومت میں ہوچکے ہیں اور جب کبھی کفر و شرک قوت پکڑ جائیگی ایسے ہی مناظر سامنے آئیں گے"

افسوس ہے کہ مولانا لیگی پروپیگنڈہ اور فرضی یا غلط بیانات کا شکار ہوئے ہیں مولانا نے خود واقعات کی تحقیق کی ہوتی تو بات بھی تھی۔ لیگ کو اپنے مقاصد مشئومہ کیلئے اسی طرز عمل کی پسندیدگی ہے جو کہ اسکے اساتذہ اقوام مغربیہ کا جاری ہے۔ انکو بدنام کرنیکے لئے اپنے مخالف کے متعلق پرکو کبوتر بنانا اور ذرہ کو پہاڑ بنا دینا تو درکنار صریح جھوٹ اور بہتان سے بھی جھجک نہیں آتی مندرجہ ذیل عبارت انیویل رجسٹر ۱۹۴۰ء دسمبر ۱۹۳۹ء صفحات ۴۴ تا ۵۰ اور امرت بازار پتر یکا الہ آباد کے بیان ماخوذ از انیویل رجسٹر ۱۹۴۵ء صفحہ ۳۴ کے اقتباسات ذیل کو ملاحظہ فرمائیں۔

"پیر پور کمیٹی نے رپورٹ شائع کرکے یوپی، بہار اور سی پی کے واقعات کو جو کانگریس کی داستانہائے مظالم بتا کر اسکی اسلام دشمنی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے مسٹر جینا اور لیگ کو بالفاظ ذیل چیلنج کیا تھا (امرت بازار پتریکا الہ آباد انیویل رجسٹر ۱۹۴۵ء ص ۳۴)

"میں متعدد بار اعلان کرچکا ہوں اور پھر اپنی پوری ذمہ داریوں کے پورے احساس کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ کانگریس وزارتوں کے خلاف متذکرہ تمام الزامات قطعی بے بنیاد اور جھوٹ کے پہاڑ ہیں مسٹر جینا یا اور کوئی شخص جو ایسے الزامات عائد کرتا ہے اسکا فرض ہے کہ دنیا میں جو طریقے رائج ہیں ان میں سے کسی ایک طریقہ سے کام لیکر ان الزامات کو صحیح ثابت کرے اور اگر ایسا کوئی نہیں کرسکتا تو پھر دنیا میں ہر سمجھدار شخص ان سے یہی توقع کریگا کہ وہ اپنی زبان اور قلم کو قابو میں رکھو اس سلسلہ میں میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ مسٹر جینا نے جو الزامات عائد کئے ہیں۔ اگر انکا کوئی ادنی جزو بھی صحیح ثابت کردے تو میں اسکے بعد کانگریس وزارتوں کو چوبیس گھنٹے بھی قائم

رکھنے کی مہلت نہ دونگا۔"

ایک عرصہ کے بعد مسٹر جینا نے تحریک کی کہ انکی تحقیقات کیواسطے رائل کمیشن طلب کیا جائے اس پر کانگریس ہائی کمانڈ نے خودداری وطن دوستی اور غیرت سے کام لیکر تجویز کیا کہ فیڈرل کورٹ کے ججوں پر مشتمل کمیشن تحقیقات کرے مگر مسٹر جینا نے اس تجویز کو نہ مانا اور وائسرائے سے خواہش کی کہ ایسا رائل کمیشن مقرر کرائے لیکن وائسرائے لنلتھگو نے اس مطالبہ کو درخور اعتناء نہ سمجھ کر مسٹر جینا کو تنبیہ کردی جسکے بعد مسٹر جینا نے سکوت اختیار کیا۔

(اینول رجسٹر نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۹ء صفحہ ۴۴ تا ۵۰)

پروفیسر کیلپینڈ نے جنکو اکسفورڈ یونیورسٹی نے سنہ ۱۹۴۱ء میں ہندوستانی مسائل کی تحقیقات کیلئے بھیجا تھا اور جو تحقیقات ختم کر کے سر اسٹیفورڈ کرپس کے عملہ مشیران کے رکن ہو گئے تھے۔

اپنی یادداشت کے ساتویں باب ڈسٹرسٹ اور ڈیسیونین میں لکھتے ہیں کہ "پیرپور رپورٹ میں مندرجہ اور دیگر داستانہائے مظالم جو کانگریس وزارتوں کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کوئی وزن نہیں رکھتے ہیں نے مسٹر جینا سے انکے سلسلہ میں جسقدر گفتگو کی میں سمجھتا ہوں کہ وہ انکو یا کانگریس کی اسلام دشمنی کو ثابت نہیں کر سکے۔"

(اینول رجسٹر سنہ ۱۹۴۲ء)

اس اجلاس کے بعد (اجلاس پٹنہ سنہ ۱۹۳۸ء) مسلم لیگ نے حکومت سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ ایک شاہی کمیشن مقرر کیا جائے جو مسلمانوں پر کانگریس کے مظالم کی تحقیقات کرے۔ مگر اس پر کوئی توجہ نہ کی گئی۔ بلکہ بعض گورنروں نے کہدیا کہ ان کے صوبہ میں کوئی مظالم نہیں ہوئے۔ تاہم کانگریس کے خلاف مسلم لیگ کا پروپیگنڈہ جاری رہا۔

(روشن مستقبل صفحہ ۴۳۳ ایڈیشن نمبر ۴)

مندرجہ بالا عبارتوں سے ان مظالم کی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ وہ بالکل فرضی ہیں اور اگر واقعی تھے تو جبکہ گورنمنٹ نے رائل کمیشن کے مطالبہ تحقیقات کو نہ مانا تو حسب قرارداد کانگریس فیڈرل کورٹ کے ججوں کی جنہیں مسلم لیگ کے معتمد علیہ مسلمان جج بھی موجود تھے اور جو کہ بالکل غیر طرفدار تھے تحقیقات کو کیوں ٹھکرایا گیا اور کیوں نہ کوئی کارروائی گورنمنٹ کے خلاف اس کے نہ ماننے پر کی گئی؟ اس پر سکوت کرنا یا تو اپنی دروغ گوئی کا اقرار ہے یا اپنی نامردی کا اعلان ہے۔ حالانکہ ایکٹ ۳۵ء میں گورنروں کو اقلیتوں کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا۔ پھر لیگ اور مسٹر جینا کا سکوت کیا معنی رکھتا ہے۔

ودیا مندر اسکیم اور واردھا اسکیم کے متعلق جمعیۃ العلماء اور شرکاء کانگریس اور دیگر مسلمانوں نے اپنی جدوجہد برابر جاری رکھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اول الذکر میں مسلم مدارس کا نام بیت العلم رکھا گیا اور ثانی الذکر کو یو۔پی اور بعض دیگر صوبہ جات میں رائج نہیں کیا گیا۔ (دیکھئے اخبار اسٹیسمین ۱۱ر فروری ۱۹۳۹ء سی۔پی حکومت کا اعلان) اور اس سے زائد بھی کوششیں جاری تھیں۔ مگر کانگریسی حکومتوں کے استعفیٰ اور واقعات ۴۲ء اور جنگی احوال و احکام کی وجہ سے یہ سب چیزیں پیچھے ڈالدی گئیں۔

کیا مولانا کو معلوم نہیں کہ انگریزی حکومت کے شرمناک کارناموں کی بنا پر عیسائیت کا فتنہ کس قدر بڑھتا رہا ہے اور اب بھی بڑھ رہا ہے۔ عیسائی مشنریوں کے اعداد و شمار کی بناء پر سالانہ ایک لاکھ سے زیادہ آدمی ہندوستان میں عیسائی ہو جاتے ہیں۔ ماہوار آٹھ ہزار سے زیادہ لوگوں کے عیسائی ہو جانے کا اوسط ہے۔ ہر جگہ مشن اسکول، کالج، تبلیغی ادارے، گرجے، مشن ہسپتال، مشن پریس وغیرہ کا جال پھیلا ہوا ہے۔ تقریباً ساٹھ کروڑ روپیہ سالانہ صرف کیا جاتا ہے۔ مرکزی اسمبلی

میں سب سے پہلی دفعہ عیسائی بنانے اور مشن پر صرف پر کرنے کا بجٹ میں صرف ہوتا ہے۔ کیا اس کے مقابلہ میں اگر کانگریس کے فتحیاب ہونے پر کچھ لوگوں کے پاس ارتداد کا خطرہ ہے یا واقعہ پیش آیا تو کونسا امر اَهْوَنُ البلیتین (دو مصیبتوں میں سے خفیف) ہے۔ نیز یہ بھی قابل واگذاشت مسئلہ نہیں ہے کہ مسلمان ہونیوالوں کی تعداد کانگریسی حکومت کے علاقوں میں کچھ رہی ہے یا نہیں؟ اور کیا ان واقعات میں کانگریس نے کوئی رکاوٹ کی تھی؟ مظنونات کو مولانا اہمیت دیتے ہیں اور واقعات سے چشم پوشی فرماتے ہیں۔

مسلمان کانگریس میں شرکت اور جد وجہد آزادی اسلام کی تقویت اور بلندی اور ترقی کیلئے کر رہے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو نازل ہونیوالے مصائب سے بچانا چاہتے ہیں۔ کوئی ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی کفر کو بلند کرنا نہ چاہتا ہے نہ جائز سمجھتا ہے۔

ان معروضات کو پیش کرتا ہوا امیدوار کہ مولانا تحریر وتقریر میں غور والفاف سے کام لیں۔

وَاللّٰہُ الموفِّق

محمد میاں عفی عنہ

ناظم جمعیۃ علماء ہند

۱۱ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ

امتیاز دیوبندی